تاریخِ دکن: ایک نادر تصنیف

معین الدین عقیل *

ABSTRACT:

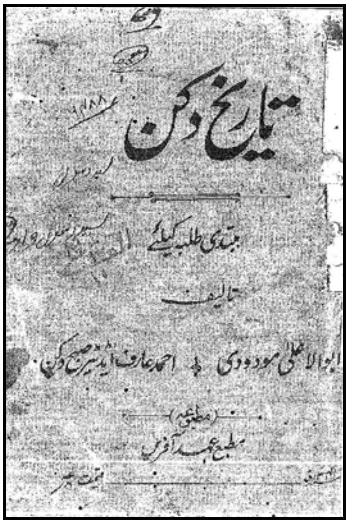

In India, Haiderabad State or the South Indian regions, under Muslim rule, have shown their history and culture in a specific and distinct manner. To see its importance and specifications, historians have paid due attention and wrote a number of historical works and dissertations on the history and culture of Haiderabad State in different languages and in different times. Among such works, a rare and typical history "Tareekh-e Dakkan" (تاریخِ دکن) was written and published by a renowned scholar and a great religious thinker of the time: Saiyyad Abul A'la Maodudi. But this book was unknown to not only his admirers, even to the research scholars interested in their studies of history and culture of the region.
This article, written by Moinuddin Aqeel, is an effort to introduce this valueable work of the author to the readers and scholars of the history and culture of Haiderabad State, and to those admirers of Maodudi who keep his every writing as a direct and basic source for the studies of his life and works..

حیدرآباد دکن یا مملکتِ آصفیہ حیدرآباد ہندوستان کے اُن علاقوں میں سے ایک ہے، جو اپنی تاریخی اہمیت، اور اپنی تہذیبی شان وشوکت کے لحاظ سے ایک انفرادی حیثیت کا حامل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مؤرخین نے بھی اس علاقے اور اس کی تاریخ اور اس کی تہذیبی انفرادیت پر کماحقہٗ توجہ دی ہے اور اس طرح کثیر تعداد میں اس خطے پر تاریخی کتب لکھی جاتی رہیں، جو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ، کتب خانوں اور علمی ذخیروں میں موجود ہیں۔ اسی ضمن میں دکن یا مملکتِ حیدرآباد کی تاریخ پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳ء۔۱۹۷۹ء) کی دو تصانیف: ''دولتِ آصفیہ اور مملکت برطانیہ، سیاسی تعلقات کی تاریخ پر ایک نظر'' (۱) اور ''دکن کی سیاسی تاریخ'' (۲) بھی اہم اور معروف ہیں۔ اگرچہ مولانا مودودی ایک مفکر و عالم کی حیثیت و شہرت کے حامل ہیں لیکن ابھی جب انھوں نے اسلامی مطالعات اور اپنی تحریکِ اسلامی کا آغاز نہیں کیا تھا، انھوں نے تاریخ

* پروفیسر ڈاکٹر، سابق صدر، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی، کراچی　　برقی پتا: moinuddin.aqeel@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ۵ مئی ۲۰۱۳ء

کے مطالعے اور تصنیف و تالیف اور تراجم میں زیادہ دل چسپی لی تھی اور اپنی نوجوانی ہی میں متعدد اہم مقالات و کتابیں تصنیف کیں جو شائع بھی ہوئیں۔ مذکورہ دو تصانیف اسی ضمن میں ان کی ابتدائی کاوشیں ہیں۔ ان میں سے اول الذکر تو ایک عصری تناظر میں لکھی گئی تھی اور ایک تاریخی تسلسل اور عمومی دل چسپی کا اس میں احاطہ نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن خود مملکتِ آصفیہ کی تاریخ جس میں اس کے قیام کا پس منظر اور عہد بہ عہد حالات و واقعات شامل ہوں، مولانا مودودی کی نظر میں اس کی ضرورت موجود تھی۔ چناں چہ اپنی اس اول الذکر کتاب کی تصنیف اور اشاعت کے بعد انھوں نے اس ضرورت کے ذیل میں اپنی اِس تصنیف کے لیے جب وہ ۱۹۳۰ء میں بھوپال میں چند ماہ مقیم رہے تو مواد جمع کرنا شروع کیا تھا اور وہاں سے جولائی ۱۹۳۱ء میں حیدرآباد منتقل ہوئے تو وہاں اسی جستجو اور مآخذ کی جمع آوری میں منہمک ہوگئے (۳)۔ ان کا ارادہ ایک مفصل تاریخ لکھنے کا تھا جو چار جلدوں پر مشتمل ہوتی۔ انھوں نے اس کا آغاز بھی کر دیا تھا لیکن اسے دیکھ کر ان کے ایک مقامی دوست مولوی احمد عارف نے مشورہ دیا کہ ان کا منصوبہ تحقیقی مطالعہ کرنے والوں کے لیے مفید ہوسکتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک ایسی کتاب کی ضرورت بھی موجود ہے جو مبتدی طلبہ کے لیے ہو۔ یہ مشورہ انھیں پسند آیا چناں چہ انھوں نے اس پر عمل شروع کر دیا اور بہت آسان اسلوب میں دکن کے عہد قدیم سے قطب شاہی عہد تک کے مختصر حالات لکھ دیے۔ پھر یہ طے ہوا کہ خود مولوی احمد عارف بھی اس تصنیف میں شریک ہو جائیں گے چناں چہ مولوی احمد عارف نے اس میں شامل کرنے کے لیے مغلیہ عہد اور آصف جاہی عہد کے حالات تحریر کیے۔ اس طرح ایک مشترکہ کوشش سے ایک مختصر کتاب ''تاریخ دکن'' مرتب ہوگئی اور شائع بھی ہوگئی (۴)۔ یقین کیا جا سکتا ہے کہ یہ وہی کتاب ہے جس کا ذکر خود مولانا مودودی نے اپنی 'خودنوشت' میں ''مختصر تاریخ دکن'' کے طور پر کیا ہے لیکن اس کا ذکر ان کی تصانیف کی کسی فہرست میں نظر نہیں آتا (۵)، اور نہ اس کا پھر کہیں کسی جگہ ذکر ہوا۔ جب کہ دکن کے تعلق سے مولانا مودودی کی کُل کاوشوں پر اور دکن و حیدرآباد سے ان کی نسبتوں پر خاص طور پر ڈاکٹر محمد رفیع الدین فاروقی نے حیدرآباد میں رہ کر دادِ تحقیق بھی دی۔ (۶)

مولانا مودودی کے یہ دوست مولوی احمد عارف (متوفی ۱۹۴۹ء) حیدرآباد دکن کے معزز اور معروف شخص تھے۔ وہاں کے اکابر میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ادب اور فنون لطیفہ سے خاصی دل چسپی تھی (۷)۔ وہ صحافت سے منسلک تھے اور ایک بہت مؤثر اخبار ''صبح دکن'' کے مدیر تھے۔ اس اخبار کو قومی تحریکوں میں قومی امنگوں کی ترجمانی اور حکومتِ وقت کی تائید و حمایت کی وجہ سے خاصی مقبولیت حاصل تھی۔ (۸)

مولانا مودودی کی یہ غیر معروف اور نادر تصنیف اگرچہ طلبہ کے لیے لکھی گئی تھی لیکن اس کے لیے محنت اور اہتمام خاصے کیے گئے تھے۔ خود انھوں نے بیان کیا ہے کہ اس کا تاریخی مواد نہایت معتبر و مستند مآخذ سے اخذ کیا گیا ہے اور ایسے واقعات شامل کرنے سے گریز کیا گیا ہے جن کی سند مشکوک ہو۔ کوشش کی گئی ہے کہ طلبہ کے ذہن میں دکن اور اس کے جغرافی، نسلی، لسانی، تاریخی اور معاشرتی حالات کی ایک صاف اور واضح تصویر نقش ہوجائے۔ یہ بھی کوشش کی گئی کہ جو جو

قومیں اس علاقے میں وارد ہوئیں اور جو حکومتیں یہاں قائم ہوئیں، ان کے زمانی اور جغرافی حدود اور ان کے پیدا کردہ تغیرات اور ان کے قائم کردہ اثرات کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس کا ایک امتیاز یہ ہے کہ تاریخِ دکن کے متعلق جو نظریات قائم کر لیے گئے تھے ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے وہ نظریات اختیار کیے گئے ہیں جو جدید تحقیقات و مطالعات کا نتیجہ ہیں۔ مصنفین کے اس عمل کے پسِ پشت مزید اہم بات یہ ہی ہے کہ طلبہ کے ذہن میں ابھی سے ایک غیر محسوس طور پر تاریخ کے فلسفیانہ مطالعہ کا ذوق پیدا ہو جائے۔(۹)

چوں کہ یہ کتاب طلبہ کے لیے لکھی گئی تھی اور اس کا مقصد بظاہر انھیں دکن کی تاریخ سے واقف کرانا تھا لیکن ساتھ ہی وہ ان میں تاریخ کے مطالعے کا ذوق وشوق عام کرنے اور ابھی سے ان میں ایک 'غیر محسوس طور پر تاریخ کے فلسفیانہ مطالعے' کا ذوق پیدا کرنے کے لیے ایسے اہتمام بھی اس کتاب میں کرتے نظر آتے ہیں، جو منفرد ہیں۔ مثلاً اس کتاب کو موضوعات اور عہد کے لحاظ سے آٹھ ابواب میں تقسیم کیا گیا، لیکن ہر باب کو بھی ذیلی اسباق میں تقسیم کیا گیا، تاکہ طلبہ ہر عہد کی ذیلی موضوعاتی تفریق و تقسیم کی مصلحت سے بھی واقف ہو سکیں اور تاریخ کو ان کے تناظر میں سمجھ سکیں۔ پھر اساتذہ سے بھی مولانا مودودی کو یہ توقع ہے کہ تاریخ پڑھاتے ہوئے وہ پہلے اپنے سبق کا ایک عمومی خاکہ طلبہ کے ذہن نشین کریں اور دوسرے مرحلے میں واقعات یاد کرائیں۔ لیکن تفصیلات بیان کرتے ہوئے غیر اہم شخصیات اور سنین کو زیادہ اہمیت نہ دیں۔ اساتذہ سے انھیں یہ بھی توقع ہے کہ تاریخ پڑھانے سے پہلے خود غور کریں کہ تاریخ کے کونسے واقعات زیادہ اہم ہیں اور نقشہ بھی اچھی طرح خود ذہن نشین کریں اور طلبہ کو بھی ذہن نشین کرائیں۔ ان کے خیال میں ہر تاریخی تغیر اور اہم واقعے کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے نقشوں سے رجوع کرنا ضروری ہے(۱۰)۔ اس حکمت کے تحت مصنفین نے نقشوں کا اہتمام بڑی محنت سے کیا ہے اور ان کی مدد سے ہر عہد کی جغرافیائی حد بندیوں کو واضح کیا ہے۔ نسلوں اور زبانوں کے لحاظ سے بھی نقشے شامل کیے گئے ہیں۔

مولانا مودودی نے اس کتاب کے چھے ابواب تحریر کیے، جن کے عنوانات یہ ہیں: ہمارا ملک اور اس کے باشندے؛ دولتِ آصفیہ کا رقبہ اور آبادی؛ پرانے زمانے کی تاریخ؛ دکن کی آریہ اور دراوڑ ریاستیں؛ دکن میں مسلمانوں کی آمد؛ سلطنتِ بہمنیہ؛ دکن کی پانچ ریاستیں۔ یہ ابواب کُل ۱۷۱ صفحات پر مشتمل ہیں، جب کہ کتاب کی کُل ضخامت ۲۲۴ صفحات ہے۔ اس طرح ۵۳ صفحات مولوی احمد عارف نے تحریر کیے تھے۔

یہ کتاب دکن کی تاریخ نویسی میں مولانا مودودی کی ایک درمیانی کڑی ہے۔ اس کی تمہید میں جو باتیں تاریخ کے ضمن میں انھوں نے تحریر کیں، ان سے اور اس کتاب کے خاکے سے تاریخ نویسی کے تعلق سے ان کے نقطہ نظر کو اخذ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ دکن کی تاریخ کے ضمن میں اس تصنیف، یا اولین تصنیف سے قطع نظر، ایک مبسوط تصنیف کی صورت میں ایک بڑا منصوبہ ان کے پیشِ نظر رہا جس کا آغاز انھوں نے بڑی دل جمعی اور محنت سے اپنی نسبتاً ضخیم تصنیف ''دکن کی سیاسی تاریخ'' سے کیا جو مارچ ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب اگر چہ ایک وسیع تر منصوبے کے تحت لکھی گئی تھی اور مولانا

مودودی اسے چالیس ابواب تک وسعت دینا چاہتے تھے لیکن یہ محض قیام مملکتِ آصفیہ (۱۷۲۴ء) کے پس منظر ہی کا احاطہ کرتی ہے اور بانیٔ مملکت نظام الملک آصف جاہ اول (۱۶۶۱ء۔۱۷۴۸ء) کے دورِ آخر تک کا بھی احاطہ نہ کیا جاسکا اور نادر شاہ (متوفی ۱۷۴۷ء) کے حملۂ دہلی (۱۷۳۹ء) پر اس تاریخ کا اختتام ہوجاتا ہے۔جس قدر بھی تاریخی واقعات اور سیاسی حالات اس میں یکجا ہوگئے ہیں وہ مفصل ہیں اوران کے بیان کرنے میں خاصی وضاحت روا رکھی گئی ہے۔

''تاریخِ دکن'' کی نایابی اورندرت،اورمولانا مودودی کی ایک غیر معروف تصنیف ہونے کے باعث،اس کا دیباچہ اورفہرستِ مضامین،مع صفحات نمبر،ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

دیباچہ

(صفحہ۱) تین چار سال سے میں دکن کی ایک مفصل تاریخ لکھنے میں مشغول ہوں،جس کے متعلق میرا اندازہ ہے کہ چار جلدوں میں تمام ہوگی۔اس کے بعض حصوں کو دیکھ کر میرے دوست مولوی احمد عارف صاحب نے یہ رائے دی کہ یہ کتاب تحقیقی مطالعہ کرنے والوں کے لیے مفید ہوسکتی ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی ایک ایسی کتاب کی بھی ضرورت ہے جس میں مبتدی طلبہ کے لیے تاریخ کا ایک مختصر اور واضح خاکہ کھینچا جائے۔ان کی اس تجویز کے مطابق میں نے قدیم زمانے سے قطب شاہی عہد تک کے مختصر حالات لکھ دیے اوران پر مغل اورآصف جاہی عہد کے حالات کا اضافہ مولوی احمد عارف صاحب نے کیا۔اس متحدہ کوشش سے یہ کتاب مرتب ہوئی۔

جہاں تک کتاب کے حسن وقبح کا تعلق ہے اس کو جانچنا ناقدین کا کام ہے۔البتہ ہم صرف اس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے حتی الامکان اس کا تاریخی مواد نہایت معتبر ومستند مآخذ سے اخذ کیا ہے اور ایسے واقعات درج کرنے سے پرہیز کیا ہے جن کی سند مشتبہ ہو۔

اس کتاب میں جن باتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے وہ یہ ہیں کہ مبتدی طلبہ کے ذہن میں دکن اوراس کی جغرافی،نسلی، لسانی،تاریخی،اورعمرانی حالات کی ایک صاف اور واضح تصویر منقش ہوجائے۔مختلف زمانوں میں جو قومیں یہاں (صفحہ۲) آئیں اور جو سلطنتیں قائم ہوئیں ان کے زمانی اور جغرافی حدود،ان کے پیدا کردہ تغیرات اوران کے چھوڑے ہوئے اثرات کو طلبہ کی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے،روشن خطوط کے ساتھ نمایاں کردیا گیا ہے۔پرانی لکھی ہوئی کتابوں کی تقلید میں دکن کی تاریخ کے متعلق جو نظریات قائم کرلیے گئے تھے،ان کو چھوڑ کر وہ نظریات اختیار کیے گئے ہیں جو جدید تحقیق و مطالعہ کا نتیجہ ہیں۔اس کے ساتھ ہی یہ کوشش کی گئی ہے کہ مبتدی طلبہ کے ذہن میں ابھی سے ایک غیر محسوس طور پر تاریخ کے فلسفیانہ مطالعہ کی بنا پڑ جائے۔

بچوں کو یہ کتاب پڑھاتے وقت اساتذہ کو دو باتوں کا خصوصیت کے ساتھ لحاظ رکھنا چاہیے:

ایک یہ کہ دو دفعہ پڑھائی جائے۔پہلی دفعہ میں تاریخ کا صرف ایک عمومی خاکہ ذہن نشین کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور دوسری دفعہ میں تفصیلات یاد کرائی جائیں۔مگر تفصیلات میں بھی غیر اہم اشخاص اور سنین کی طرف زیادہ توجہ نہ کی جائے۔

دوسری یہ کہ ہر سبق کو پڑھانے سے پہلے استاد خود اس کو غور سے پڑھے اور یہ رائے قائم نہ کرے کہ اس سبق میں کون سی باتیں اہم ہیں، نیز وہ نقشہ کی مدد سے اس سبق کو اچھی طرح سمجھ بھی لے۔ پھر وہی سبق بچوں کو لکچر کے انداز میں پڑھائے اور بار بار نقشہ سے مدد لیتا جائے۔اس کتاب میں جو نقشے دیے گئے ہیں صرف ان ہی پر اعتماد کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ ہر تاریخی تغیر اور اہم واقعہ کو سمجھانے کے لیے نقشہ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔،اور یہ ظاہر ہے کہ کتاب میں اتنے نقشے نہیں دیے جاسکتے۔

۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ھ　　　　　　　　　　ابوالاعلیٰ مودودی

فہرستِ مضامین

باب اول: ہمارا ملک اوراس کے باشندے

پہلا سبق: جغرافیہ کی تعریف،۱؛ ہندوستان اور دکن،۲؛ دکن کے حصے،۴

دوسرا سبق: نسلیں،۵؛ زبانیں۔۸؛ مذہب،۹؛ معاشرت،۱۰

تیسرا سبق: دولت آصفیہ کا رقبہ اور آبادی،۱۳؛ حدود،۱۳؛ دو بڑے حصے،۱۳؛ پہاڑ،۱۴؛ دریا،۱۵؛ تالاب اور جھیلیں،۱۶؛ موسم،۱۷؛ پیداوار،۱۸؛ معاش،۱۹؛ زبانیں،۲۰؛ صوبے اور اضلاع،۲۱

باب دوم: پرانے زمانے کی تاریخ

پہلا سبق: تاریخ کسے کہتے ہیں؛ تاریخ کس طرح معلوم ہوتی ہے،۲۵

دوسرا سبق: قدیم باشندے،۲۷؛ آریوں کی آمد،۲۸؛ دراوڑوں اور آریوں کا مقابلہ،۲۹

تیسرا سبق: دکن کی دراوڑ ریاستیں،۳۲؛ دکن میں آریوں کی آمد،۳۳؛ رام چندر جی،۳۳؛ مہاراج ارجن،۳۵

باب سوم: دکن کی آریہ اقوام اور دراوڑ ریاستیں

پہلا سبق: دکن پر آریوں کا قبضہ،۳۷؛ اشوک کی سلطنت،۳۸

دوسرا سبق: آندھرا کی ریاست،۳۹؛ شاکہ قوم کا حملہ،۴۱

تیسرا سبق: کالنگا کی ریاست،۴۳؛ دکن کی دوسری ریاستیں،۴۴

چوتھا سبق: دکن میں گپتا کی فتوحات،۴۵

پانچواں سبق: کدمب، مہابلی، اور گنگا کی ریاستیں،۴۸؛ پالو خاندان،۴۹؛ چالوکیہ خاندان،۵۱

چھٹا سبق: راشٹرکوٹ خاندان،۵۴؛ دوسرا چالوکیہ خاندان،۵۷

ساتواں سبق: پانڈے خاندان، ۶۰؛ ہوے سال خاندان، ۶۱؛ بادو خاندان، ۶۳؛ کاکتیہ خاندان، ۶۴

باب چہارم: دکن میں مسلمانوں کی آمد

پہلا سبق: عرب سے دکن کے قدیم تعلقات، ۶۶؛ دکن میں مسلمان، ۶۷؛ دکن میں اسلام، ۶۸؛ ہندو ریاستوں سے مسلمانوں کا تعلق، ۶۸

دوسرا سبق: ہندوستان میں مسلمان کس طرح آئے، ۶۹؛ سندھ کی فتح، ۷۰؛ پنجاب کی فتح، ۷۰؛ بنگال، بہار، مالوہ اور گجرات کی فتح، ۷۱؛ آریوں کی فتح اور مسلمانوں کی فتح کا مقابلہ، ۷۲

تیسرا سبق: دکن پر علاؑ الدین کا پہلا حملہ، ۷۳؛ دیوگری کی فتح، ۷۵؛ ورنگل کی فتح، ۷۶؛ کرناٹک کی فتح، ۷۷؛ دیوگری پر مسلمانوں کا قبضہ، ۷۸

چوتھا سبق: ہندو ریاستوں کی بغاوت، ۸۰؛ دکن کی دوبارہ فتح، ۸۰؛ تغلق خاندان کی حکومت، ۸۱؛ ورنگل کا الحاق، ۸۱

پانچواں سبق: دولت آباد میں دارالسلطنت، ۸۳؛ دکن میں محمد تغلق کی سلطنت کی حدود، ۸۴؛ ہندوستان میں بغاوتیں، ۸۴؛ مدھرا کی بغاوت، ۸۵؛ کرناٹک کی بغاوت، ۸۶؛ تلنگانہ کی بغاوت، ۸۷؛ مرہٹواڑی کی بغاوت، ۸۷؛ دکن کی آزادی، ۸۹؛ دکن کی ریاستوں کی حدود، ۸۹

باب پنجم: سلطنت بہمنیہ

پہلا سبق: حسن غانگو، ۹۱

دوسرا سبق: محمد شاہ، ۹۶

تیسرا سبق: مجاہد شاہ، ۹۹؛ داؤد شاہ، ۱۰۰؛ محمود شاہ، ۱۰۱؛ غیاث الدین اور شمس الدین، ۱۰۳

چوتھا سبق: فیروز شاہ، ۱۰۳

پانچواں سبق: احمد شاہ، ۱۰۸

چھٹا سبق: علاؑ الدین ثانی، ۱۱۲؛ ہمایوں شاہ، ۱۱۸؛ نظام شاہ، ۱۱۹؛ محمد شاہ ثانی، ۱۲۱؛ محمود شاہ ثانی، ۱۲۷

باب ششم: دکن کی پانچ ریاستیں

پہلا سبق: عماد شاہیہ، برار، ۱۲۹

دوسرا سبق: برید شاہیہ، بیدر، ۱۳۲

تیسرا سبق: نظام شاہیہ، احمد نگر، ۱۳۵؛ احمد نظام شاہ، ۱۳۶؛ برہان نظام شاہ، ۱۳۸؛ حسین نظام شاہ، مرتضیٰ نظام شاہ، ۱۴۰؛ برہان نظام شاہ ثانی، ۱۴۲؛ احمد نظام شاہ، ۱۴۳؛ بہادر نظام شاہ، ۱۴۳

چوتھا سبق: ملک عنبر، ۱۴۵؛ نظام شاہیہ ریاست کا خاتمہ، ۱۵۰
پانچواں سبق: یوسف عادل شاہ، ۱۵۰؛ اسماعیل عادل شاہ، ۱۵۳؛ ابراہیم عادل شاہ، ۱۵۴؛ علی عادل شاہ، ۱۵۴؛ ابراہیم عادل شاہ ثانی، ۱۵۶؛ محمد عادل شاہ، ۱۵۷؛ علی عادل شاہ ثانی، ۱۵۸؛ سکندر عادل شاہ، ۱۵۹
چھٹا سبق: سلطان قلی قطب شاہ، ۱۶۱؛ جمشید قلی قطب شاہ، ۱۶۳؛ ابراہیم قلی قطب شاہ، ۱۶۴؛ محمد قلی قطب شاہ، ۱۶۵؛ محمد قطب شاہ، ۱۶۷؛ عبداللہ قطب شاہ؛ ابوالحسن تاناشاہ، ۱۷۰
باب ہفتم: مغلوں کی فتح دکن
پہلا سبق: مغل کون تھے، ۱۷۲؛ دکن میں مغلوں کی فتوحات، ۱۷۳؛ شیواجی کی شورش، ۱۷۳؛ عالمگیر بادشاہ اور مرہٹے، ۱۷۴؛ بیجاپور اور گولکنڈہ کی فتح، ۱۷۶؛ مرہٹوں کی لڑائیاں، ۱۷۶؛ عالمگیر کی سلطنت، ۱۷۷
دوسرا سبق: بہادر شاہ کا زمانہ، ۱۷۸؛ فرخ سیر کا زمانہ، ۱۸۱؛ پیشواؤں کی ریاست، ۱۸۴
باب ہشتم: دولت آصفیہ
پہلا سبق: نواب نظام الملک کا خاندان، ۱۸۵؛ نواب نظام الملک کا ابتدائی حال، ۱۸۷؛ دولت آصفیہ کی حدود، ۱۸۸؛ مرہٹوں سے تصفیہ، ۱۸۸؛ نادر شاہ کا حملہ، ۱۹۰؛ ناصر جنگ کی بغاوت، ۱۹۰؛ ارکاٹ کی مہم، ۱۹۰؛ وفات، ۱۹۱
دوسرا سبق: نواب ناصر جنگ، ۱۹۲؛ فرانسیسی اور انگریز، ۱۹۳؛ ناصر جنگ کی شہادت، ۱۹۴؛ مظفر جنگ، ۱۹۵؛ صلابت جنگ، ۱۹۵؛ ریاست ارکاٹ کا قیام، ۱۹۶؛ برار میں مرہٹوں کا دخل؛ فرانسیسیوں کی شورش، ۱۹۷؛ نواب نظام علی خان کی ولی عہدی، ۱۹۸؛ صلابت جنگ کی علیحدگی، ۱۹۹
تیسرا سبق: نواب میر نظام علی خان، ۲۰۰؛ بنیاد دارالحکومت حیدر آباد، ۲۰۰؛ مرہٹوں سے لڑائی، ۲۰۰؛ صوبہ ارکاٹ کی علیحدگی، ۲۰۱؛ شمالی سرکاروں کی علیحدگی، ۲۰۱؛ حیدر علی خان والی میسور، ۲۰۲؛ مرہٹوں سے جنگ اور صلح، ۲۰۳؛ ارسطو جاہ کی وزارت، ۲۰۴؛ ٹیپو سلطان سے جنگ، ۲۰۵؛ مرہٹوں سے جنگ، ۲۰۶؛ ٹیپو سلطان سے آخری جنگ، ۲۰۷؛ انگریزوں سے دوستی، ۲۰۷
چوتھا سبق: نواب سکندر جاہ بہادر، ۲۰۸؛ میر عالم بہادر، ۲۰۹؛ راجہ چندو لال، ۲۱۰؛ مرہٹوں سے لڑائیاں ۲۱۰؛ نواب ناصر الدولہ بہادر، ۲۱۱؛ برار پر انگریزی قبضہ ۲۱۲؛ سر سالار جنگ بہادر، ۲۱۲؛ نواب افضل الدولہ بہادر، ۲۱۴؛ نواب میر محبوب علی خان بہادر، ۲۱۵؛ انتظام ریاست، ۲۱۵؛ برار کی علیحدگی، ۲۱۶
پانچواں سبق: اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان بہادر، ۲۱۶؛ مسند نشینی، ۲۱۷؛ وزرا، ۲۱۸؛ اوصاف اور کارنامے، ۲۱۹؛ انتظام حکومت کی اصلاح، ۲۲۰؛ عدالت کی اصلاح، ۲۲۰؛ آرائش بلدہ، ۲۲۱؛ تعمیرات، ۲۲۱؛ ریلیں، ۲۲۲؛ امداد باہمی، ۲۲۲؛ تعلیم کی ترقی، ۲۲۳

مراجع وحواشی

(۱) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، دولتِ آصفیہ اور مملکتِ برطانیہ، سیاسی تعلقات کی تاریخ پر ایک نظر، شائع کردہ: کتب خانۂ رحیمیہ، دہلی، ۱۹۲۸ء۔ یہ تصنیف بعد میں ۱۹۴۱ء میں عبدالحق اکیڈمی حیدرآباد نے دوبارہ شائع کی۔اس کی دوسری اشاعت میں کچھ ترامیم بھی شامل کی گئی تھیں، جیسے ''معاہدۂ برار'' کا متن اضافہ کیا گیا۔س کی مزید ایک اشاعت (سوم) کا اہتمام ہفت روزہ ''آئین''، لاہور نے ۲۵۔جون ۱۹۸۷ء میں اپنی خصوصی اشاعت کے طور پر کیا۔

(۲) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، دکن کی سیاسی تاریخ، مطبوعہ: دارالاشاعت سیاسیہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۴۴ء؛ بعد میں یہ کتاب اسلامک پبلیکیشنز، لاہور سے اگست ۱۹۶۸ء میں اور پھر جون ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔

(۳) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، ''خودنوشت''، (مشمولہ: ''ادب اور ادیب، سید مودودی کی نظر میں''، مرتبہ: سفیر اختر، دارالمعارف، واہ کینٹ، جنوری ۱۹۹۸ء، ص ۲۹

(۴) مطبع عہدآفریں، حیدرآباد، ۱۳۵۱ھ۔

(۵) مشمولہ: ''ادب اور ادیب، سید مودودی کی نظر میں''، ص ص ۱۹، ۴۳؛ اس تصنیف کا ذکر اور اشاعتی تفصیلات کسی اور جگہ دستیاب نہیں۔ یہاں تک کہ نصیرالدین ہاشمی صاحب نے ''دکن کی تاریخوں پر ایک نظر'' (مشمولہ: ''تاریخ وسیاست''، کراچی، نومبر ۱۹۵۳ء، ص ص ۶۱-۹۸) کے عنوان سے اپنی مرتبہ وضاحتی فہرست میں بھی اس کا ذکر نہیں کیا، جو ان کی قریب العہد تصنیف ہے۔اس تصنیف کے دو نسخے ''کتب خانہ انجمن ترقی اردو''، کراچی میں شمار: الف ۱۹/۳، ۱۱۰ور ۱۱ کے تحت موجود ہیں۔راقم نے اس تصنیف پر ایک علیحدہ تعارفی مضمون تحریر کیا ہے۔

(۶) مقالہ، بعنوان: ''مولانا مودودی اور حیدرآباد دکن''، مشمولہ: ''تذکرۂ سید مودودی''، مرتبہ: جمیل احمد رانا، سلیم منصور خالد، جلد ۳، ادارۂ معارف اسلامی، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ص ۳۱۲۔۳۳۱

(۷) جعفری، محمد، سید، ''اسٹار ڈائرکٹری'' اسٹار پریس، الہ آباد، سن ندارد، ص ص ۴۴۴۔۴۴۵؛ ''صبح دکن'' ۱۹۲۸ء میں جاری کیا تھا، سید ممتاز مہدی، ''حیدرآباد کے اردو روزناموں کی ادبی خدمات''، قومی کونسل برائے قومی زبان، نئی دہلی، ۱۹۹۸ء، ص ۴۱: دارالعلوم، حیدرآباد سے فارغ التحصیل تھے۔۱۹۴۸ء میں یہ اخبار بند ہوگیا، طیب انصاری، ''حیدرآباد میں اردو صحافت''۔ادبی ٹرسٹ حیدرآباد، ۱۹۸۰ء، ص ۶۰۔

(۸) اس اخبار میں اسی زمانے میں کہ جب یہ کتاب لکھی جارہی تھی، مولانا مودودی نے دکن کی تاریخ کے ایک اہم اور غیر مطبوعہ ماخذ ''فتوحاتِ آصفی''، مصنفہ ابوالفیض معنی کا بغائر مطالعہ کیا اور ایک مفصل مقالہ اس کی اہمیت اور خصوصیات ومندرجات پر لکھا جو اس اخبار کے ''سالگرہ نمبر''، ۱۳۵۱ھ میں شائع ہوا۔مولانا مودودی کا یہ اہم مقالہ بھی غیر معروف اور غیر مدون ہے۔اس مقالے کی اہمیت کے پیشِ نظر ایک ضروری تعارف وحواشی کے ساتھ راقم نے اسے بغرضِ اشاعت علیحدہ مرتب کیا ہے۔

(۹) مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، مولانا، ''تاریخ دکن''، دارالاشاعت سیاسیہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۴۴ء؛ بعد میں یہ کتاب اسلامک پبلیکیشنز، لاہور سے اگست ۱۹۶۸ء میں اور پھر جون ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔

(۱۰) ص ا۔۲